اثباتِ وجودِ باری پر یورپی متکلمانہ دلائل اور اقبال کے اعتراضات

ڈاکٹر محمد آصف اعوان *

Abstract:

The research article "Asbat-e-Wajood-e-Bari Per Eurpi Mutaqalemana Dalayel Aur Iqbal Ke Aetrazat" deseribes that the european scholastic philosophy presents three arguments named as the cosmological, the teleological and the Ontological. Iqbal has analysed and critised these arguments. He is of the opinion that these arguments do not prove the existence of such a perfect being who is creator of this universe and superior of all.

انسان کی یہ ایک فطری خواہش ہے کہ وہ جن مذہبی عقائد پر ایمان رکھتا ہے اور اپنی زندگی کے اعمال و افعال کو جن نظریات کے مطابق ڈھالنا چاہتا ہے وہ نظریات تحریری استدلال پر مبنی محض تخیلی اور تصوراتی نہ ہوں بلکہ اُن کی کوئی عقلی و شعوری توجیہہ ہونی چاہیے تا کہ فرد نہ صرف انفرادی طور پر کامل یقین کے ساتھ ان پر عمل کر سکے بلکہ دوسروں کو بھی عقلی پیمانے پر اپنے عقائد کی حقانیت پر قائل کر سکے۔ مذاہبِ عالم کی تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ انسان نے ہر دور میں کسی نہ کسی مذہب کی پیروی کی اور مختلف اقوام کے مذہبی عقائد ایک دوسرے سے مختلف بھی رہے تاہم ایک برتر اور اعلیٰ ہستی کا تصور ہر قوم کے مذہبی تجربے کے انکشافات میں بنیادی اور مشترک قدر کی حیثیت سے نمایاں رہا۔ چنانچہ انسانی مذہبی عقائد میں سب سے اہم اور اساسی عقیدہ ذاتِ باری تعالیٰ کی صورت میں ایک برتر اور اعلیٰ ہستی کا تصور ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عقائد کو عقلی بنیادیں فراہم کرنے کے ضمن میں بھی خصوصاً خدا کا تصور مرکزی توجہ کا حامل رہا ہے۔ قرونِ وسطیٰ (Medieval-Ages) کے متکلمانہ فلسفہ (Scholastic-Philosophy) میں وجودِ باری تعالیٰ کے اثبات کے لئے تین دلائل پیش کئے گئے:

(i) کونیاتی یا تعلیلی استدلال — Cosmological Argument

(ii) غایتی استدلال — Teleological Argument

(iii) وجودیاتی استدلال — Ontological Argument

* صدر شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

اقبال رقم طراز ہیں:

"Scholastic philosophy has put forward three arguments for the existence of God. These arguments, known as the Cosmological, the Teleological, and the Ontological, embody a real movement of thought in its quest after the Absolute. But regarded as logical proofs, I am afraid they are open to serious criticism and further betray a rather superficial interpretation of experience."(۱)

اقبال کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر چہ خدا کے وجود کے اثبات کے لئے متذکرہ دلائل انسان کی فکر و فراست اور فہم و دانش کی جہدِ مسلسل کا ثبوت ہیں تاہم اگر وجودِ ذاتِ حق کے اثبات کے لئے پیش کئے گئے ان دلائل کا بنظرِ غور جائزہ لیں تو یہ دلائل نہ صرف یہ کہ سطحی ثابت ہوں گے بلکہ سخت تنقید کا ہدف بھی بنیں گے۔

کونیاتی یا تعلیلی استدلال (Cosmological Argument):

کونیاتی استدلال کے مطابق کائنات ایک محدود معلول (Finite-Effect) ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کائنات ایسے واقعات کے باہمی انسلاک کا نام ہے جو علت و معلول (Cause and Effect) کے انجام ناآشنا تسلسل سے مملو ہیں۔ ہر معلول کے پیچھے ایک علت اور ہر علت اپنے پیچھے موجود علت کے لئے بصورت ایک معلول کے ہے۔ چوں کہ کونیاتی اُصول (Cosmological Principle) کے تحت تمام واقعات علت و معلول کے باہمی انسلاک سے وقوع پذیر ہوتے ہیں اور علت و معلول کا انسلاک ایک ایسا لامتناہی (Infinite) تسلسل ہے جس کا کوئی انجام تصور میں نہیں آ سکتا، اس لئے وجودِ باری تعالیٰ کو ثابت کرنے کے لئے کونیاتی استدلال علت و معلول کے ناقابل تصور انجام کے حامل تسلسل کو توڑ کر اسے ایک ایسی علت پر روک دیتا ہے جس کی اپنی کوئی علت نہیں۔ گویا یہ علت ایسی بے علت، اوّلین علت یا علتِ اولیٰ (Uncaused First Cause) ہے کہ جسے علت و معلول کی زنجیر کی پہلی کڑی قرار دیا جا سکتا ہے۔ یوں وجودِ باری تعالیٰ کے اثبات کی خاطر کونیاتی استدلال اوّلین علت (First Cause) کا تصور قائم کرتا ہے۔

"The Oxford Companion To Philosophy" میں وجودِ باری تعالیٰ کے اثبات کے علم بردار کونیاتی استدلال سے متعلق مرقوم ہے:

"Cosmological argument. A line of theistic argument appealing to very general contingent facts, e.g. the existence of caused things. There must be some

sufficient explanation for these contingent facts. Each such fact may be explained by some other contingent fact, but this series of explanations cannot be infinite. It must terminate (or begin) with something whose existence needs no further explanation."(۲)

خدا کے وجود کا اثبات کرنے والے کونیاتی استدلال کے اس حوالے سے واضح ہوتا ہے کہ کائنات میں واقعات کا ایک ایسا مربوط عمل کارفرما ہے جو علت و معلول کے رشتے میں بندھا ہوا ہے مگر مربوط واقعات کا یہ تسلسل لامتناہی نہیں ہو سکتا، کہیں نہ کہیں واقعات کے تعلیلی انسلاکی عمل کو روکنا پڑے گا اور یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ایک وجود ایسا ہے جس کی توضیح کسی علت کی محتاج نہیں۔

کونیاتی یا تعلیمی استدلال پر اقبال کے اعتراضات:

اقبال کونیاتی استدلال کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"The cosmological argument views the world as a finite effect, and passing through a series of dependent sequences, related as causes and effects, stops at an uncaused first cause, because of the unthinkability of an infinite regress."(۳)

''کونیاتی یا تعلیلی استدلال دنیا کو ایک ایسے محدود معلول کے طور پر دیکھتا ہے جہاں علت و معلول کی صورت میں ایک دوسرے پر منحصر موخرات کا تسلسل ناقابل فہم لامتناہی طور پر پس روی کا حامل ہونے کے باعث ایک بے علت، علتِ اولیٰ پر جا ٹھہرتا ہے۔''

درج بالا الفاظ میں کونیاتی استدلال کو بیان کرنے کے بعد اقبال اثباتِ وجود باری تعالیٰ کے علم بردار اس استدلال پر کئی ایک اعتراضات اُٹھائے ہیں۔ ان اعتراضات کی تفصیل یوں ہے:

پہلا اعتراض:

کونیاتی استدلال یہ کہتا ہے کہ دنیا ایک محدود یا متناہی معلول ہے اگر دنیا ایک محدود یا متناہی معلول ہے تو ظاہر ہے کہ اس متناہی معلول کی علت بھی متناہی ہی ہوگی۔ اقبال رقم طراز ہیں:

"It is, however, obvious that a finite effect can give only a finite cause, or at most an infinite series of such causes."(۴)

''تاہم یہ بات واضح ہے کہ ایک متناہی معلول محض ایک متناہی علت ہی پیدا کر سکتا ہے

یا پھر زیادہ سے زیادہ ایسی علتوں کا ایک لامتناہی تسلسل۔''

اقبال کہتے ہیں کہ اگر کونیاتی استدلال کا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا ایک متناہی معلول ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کی علت بھی محدود یا متناہی ہے۔ اگر یہی متناہی علت کونیاتی استدلال کے نزدیک خدا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کونیاتی استدلال جس خدا کا وجود ثابت کرنا چاہتا ہے وہ محدود اور متناہی طاقت یا صلاحیت کا حامل ہے۔ اقبال کا نقطۂ اعتراض یہ ہے کہ ذات مطلق کے حوالے سے کسی بھی قسم کی محدودیت کا تصور نقصِ ذات کا خیال پیدا کرتا ہے جو کہ نا قابل قبول ہے۔

دوسرا اعتراض:

اقبال کونیاتی استدلال پر اپنے دوسرے اعتراض کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"To finish the series at a certain point, and to elevate one member of the series to the dignity of an uncaused first cause, is to set at naught the very law of causation on which the whole argument proceeds."(۵)

''(تعلیلی) تسلسل کو کسی ایک مقام پر ختم کر دینا اور اس تسلسل کی کسی ایک کڑی کو بے علت، علت اولیٰ ہونے کی فضیلت عطا کر دینا، اس قانونِ علیت ہی کو موقوف کر دینے کے مترادف ہے جس پر یہ سارا استدلال آگے قدم بڑھاتا ہے۔''

علت و معلول ایک لامتناہی عمل ہے، کونیاتی استدلال جب علل کی نا اختتام پذیر زنجیر کے تسلسل کو توڑ دیتا ہے اور زنجیر کی کسی ایک کڑی پر رُک کر اسے یہ اعزاز بخش دیتا ہے کہ یہ علت ایسی ہے جس کی اپنی کوئی علت نہیں اور یہ کہ تمام قسم کے معلول اسی علت کا ثمرہ ہیں تو یوں خدا تو ہاتھ لگ جاتا ہے تاہم تعلیلی استدلال کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ اقبال کا اعتراض یہ ہے کہ کونیاتی استدلال جب وجود الٰہی کو ثابت کرنے کے لئے اپنے ہی اُصول کی خلاف ورزی شروع کر دے تو پھر اسے استدلال اور اس سے اخذ شدہ نتائج پر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے۔

تیسرا اعتراض:

اقبال رقم طراز ہیں:

" Further, the first cause reached by the argument necessarily excludes its effect. And this means that the effect, constituting a limit to its own cause, reduces it to something finite."(۶)

''مزید برآں اس استدلال کے ذریعے جس پہلی علت تک رسائی ہوتی ہے اس سے

لازمی طور پر اس کا معلول خارج ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا ہے کہ جو معلول اپنی علت کی حدود متعین کرتا ہے وہ اس علت کو متناہی بنا دیتا ہے۔''

اقبال کہتے ہیں کہ کونیاتی استدلال وجودِ الٰہی کو ثابت کرنے کے لئے جب علت اولیٰ کا تصور قائم کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ علت اولیٰ ایسی علتِ بےعلت ہے جس کے پیچھے کوئی علت نہیں۔ جب علت اُولیٰ کے پیچھے کوئی علت نہیں تو ظاہر ہے کہ علت اولیٰ کے اندر ماقبل علت کا معلول بھی نہ ہوگا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ علت اولیٰ ایسی علت ہے جو اُصولِ تعلیل سے نمو پانے والی عام علتوں کے مقابلے میں بھی کم درجہ، ناقص اور محدود ہے۔ اقبال کے نزدیک ایسی ناقص اور محدود علتِ اولیٰ کے سہارے وجودِ الٰہی کو ثابت کرنا قابلِ اعتراض ہے۔

چوتھا اعتراض:

اقبال کونیاتی استدلال پر اپنے اگلے اعتراض کا اظہار یوں کرتے ہیں:

"Again, the cause reached by the argument cannot be regarded as a necessary being for the obvious reason that in the relation of cause and effect the two terms of the relation are equally necessary to each other. Nor is the necessity of existence identical with the conceptual necessity of causation."(۷)

''پھر یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس استدلال کے ذریعے جس علت تک رسائی ہوتی ہے اس علت کا وجود لازمی نہیں ہے اس کی واضح وجہ یہ ہے کہ علت و معلول کے اس رشتے میں طرفین کا وجود یکساں طور پر ایک دوسرے کے لئے ناگزیر ہے نہ ہی وجود کی ضرورت علیت کی نظریاتی ضرورت کے مماثل ہے۔''

کونیاتی استدلال کی جس اُصولِ تعلیل پر بنیاد ہے اس اُصولِ تعلیل کے دونوں پہلو یعنی علت و معلول ایک دوسرے کے لئے لازمی اور مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مساوی حیثیت کے حامل علت و معلول کے تسلسل میں سے کسی ایک علت کو امتیاز بخشتے ہوئے اسے علتِ اولیٰ کا درجہ دے کر وجود باری تعالیٰ کا وجوب (Necessity) ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔ اقبال کے نزدیک اُصولِ علیت کے اندر علت و معلول کے تصوراتی تلازم (Conceptual Necessity) کی نوعیت ہی کچھ ایسی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے یہ ممکن ہی نہیں کہ اُصولِ علیت کے تحت کہیں کسی بھی مقام پر پہنچ کر وجوب حق کا وجود ثابت کیا جا سکے۔ کونیاتی استدلال کی مدد سے وجودِ باری تعالیٰ کو ثابت کرنے کے حوالے سے یہی وہ اعتراض ہے جس کا کانٹ یوں اظہار کرتا ہے:

" Such an existence is then too large for our empirical concept, and is unapproachable through any regress, however far this be carried."(۸)

پانچواں اعتراض:

اقبال کا کونیاتی استدلال پر پانچواں اعتراض یہ ہے :

"The argument really tries to reach the infinite by merely negating the finite."(۹)

''یہ استدلال (کونیاتی استدلال) متناہی کو جھٹلاتے اور اس سے نظریں پھیرتے ہوئے لامتناہی تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔''

اقبال کے نزدیک اگر متناہی، لامتناہی کے راستے میں رکاوٹ ہے اور لامتناہی کا حصول متناہی کی تنقیص ہی سے ممکن ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا ہے کہ متناہی قابل نفرت اور نجس ہے اور دوسری بات یہ کہ متناہی کی حیثیت لامتناہی کے مقابلے میں ایک ایسے ''Other'' یا دوسرے وجود کی ہے جسے لامتناہی کی ضد قرار دیا جا سکتا ہے۔ اقبال کے نزدیک سچا یا راست لامتناہی وہ ہے جو ہر متناہی وجود کا احاطہ کئے ہوئے ہو اور کوئی متناہی وجود اس کی ذات سے خارجی سطح پر یوں واقع نہ ہو کہ اسے لامتناہی کے مقابلے میں ''Other'' یعنی مد مقابل دوسرے وجود کی حیثیت حاصل ہو۔ اقبال نے اپنے پانچویں خطبے میں کائنات سے ذاتِ الٰہی کے ربط و تعلق کی نوعیت یوں بیان کی ہے:

"We must not forget that the words proximity, contact and mutual separation which apply to material bodies do not apply to God. Divine life is in touch with the whole universe on the analogy of the soul's contact with the body."(۱۰)

اقبال کے نزدیک کائنات کے اندر لامتناہی وجود کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔ تمام متناہی وجود لامتناہی وجود کی تخلیقی سرگرمی کا ثمرہ ہیں۔ یوں متناہی وجود کی حیثیت لامتناہی کے مقابل حریف یا مد مقابل وجود کی نہیں رہتی بلکہ ہر لحظ لامتناہی کے حضور میں سرنگوں و سر بہ جیب عبد کی دکھائی دیتی ہے۔

(۲) غایتی استدلال (Teleological Argument):

کونیاتی استدلال تو صرف علت و معلول کے رشتے کی بات کرتا ہے تاہم غایتی استدلال معلول کی چھان پھٹک کرتا ہے تا کہ معلوم کر سکے کہ اس علت کی صفات و خصوصیات کس نوع کی ہیں کہ جس نے معلول تخلیق کیا ہے۔ جب اس نقطۂ نظر سے غایتی استدلال کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے تو اسے کائنات میں بصیرت، مقصد اور فطرت میں ہم

آ ہنگی کے نقوش نظر آتے ہیں اور یہ استدلال ان نقوش سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ وہ علت کہ جس کے ان نقوش کا معلول یعنی کائنات کے اندر سراغ ملتا ہے، ضرورت ایک ایسی باشعور ہستی ہے جو اپنی ذہانت اور طاقت میں لامتناہی ہے۔

اقبال اثباتِ وجودِ باری تعالیٰ کے حوالے سے غایتی استدلال کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد اس پر بہت سے اعتراضات وارد کرتے ہیں۔ ان کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ غایتی استدلال سے خدا کا وجود تو ثابت نہیں ہوتا تاہم زیادہ سے زیادہ ذہن میں ایک ایسے ماہر صانع یا کاریگر کا تصور ضرور اُبھرتا ہے جو خارجی سطح سے ایک ایسی کائنات پر اپنا ہنر آزمارہا ہے جو پہلے سے موجود ہے اور جس کی تشکیل ایسے مردہ اور جامد مواد سے ہوئی ہے جو فطری طور پر اس قابل نہیں کہ از خود اپنے اندر کوئی تنظیم پیدا کر سکے یا کوئی مربوط نظام قائم کر سکے۔ (۱۱)

اقبال کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ غایتی استدلال خدا کو حکمت و دانائی کا حامل صانع یا خالق قرار دیتا ہے مگر یہ کیسی دانائی ہے کہ پہلے تو جامد و ساکت مواد کی صورت میں کائنات کے اندر مزاحمت کا باعث بننے والے سرکش عناصر تخلیق کر لئے جائیں اور پھر خارج سے ان پر قابو پانے کے لئے ایسے طریقوں کا اطلاق کیا جائے جو اس کی خلقی صفات کے منافی ہوں۔ (۱۲)

اقبال کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ غایتی استدلال کے مطابق اگر خدا کی حیثیت ایک ایسے صانع کی ہے جو خارجی سطح سے کائنات پر عمل آرا ہوتا ہے تو پھر خدا اور کائنات کے درمیان میں ایک حد فاصل قائم ہو جاتی ہے۔ (۱۳)

اقبال کا چوتھا اعتراض یہ ہے کہ اگر غایتی استدلال کے مطابق صانع کی حیثیت سے خدا بھی ایک متناہی ہستی ہے اور انسان کی طرح محدود وسائل کا حامل ہے تو یوں تو خدا اور انسان میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔

اقبال غایتی استدلال سے برآمد ہونے والے ان نتائج سے متفق نہیں۔ ان کے ہاں ایک ایسے ہمہ گیر اور مکمل و اکمل صفات کے مالک خدا کا تصور ملتا ہے جسے وہ ''محیط بیکراں'' (۱۴) کہہ کر پکارتے ہیں۔ پروفیسر ایم۔ ایم شریف اپنے مضمون ''اقبال کا تصورِ باری'' میں رقم طراز ہیں کہ اقبال کے نزدیک:

> ''خدا مقید انا نہیں ہے بلکہ انائے مطلق ہے اس لئے وہ ہر شے پر قادر ہے اور کوئی چیز اس کے احاطہ قدرت سے باہر نہیں ہے۔'' (۱۵)

چنانچہ اقبال کہتے ہیں کہ غایتی استدلال جس تمثیلی انداز میں خدا کو انسان کی طرح ایک محدود اور متناہی انا کے طور پر پیش کرتا ہے اس کی کوئی وقعت اور قدر و قیمت نہیں۔ بقول اقبال:

> "The truth is that the analogy on which the argument proceeds is of no value at all." (۱۶)

(۳) وجودیاتی استدلال (Ontological Argument)

سینٹ آ گسٹائن (St.Augustine ۳۵۴ء-۴۳۰ء) کے تصورِ خدا کے متعلق کہا جاتا ہے کہ خدا نہ صرف اشیاء کے وجود کی وجہ ہے بلکہ ہماری ان سے آ گہی کی بھی وجہ ہے۔

> "Augustine's God is not only the cause of things` being but the cause of our knowing them."(۱۷)

گویا خدا ہی اشیاء کے وجود سے متعلق آ گہی کا تصور ہمارے ذہن میں ڈالتا ہے اگر اشیاء کا وجود نہ ہوتو ہمارا ذہن ان سے متعلق علم بھی نہ رکھتا ہو۔اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اگر خدا کا تصور ہمارے ذہن میں ہے تو گویا اس کا وجود بھی ہے۔

سینٹ انسلم (Anselm.st ۱۰۳۳ء-۱۱۰۹ء) کے نام کے ساتھ بھی وجودیاتی استدلال کو منسوب کیا جاتا ہے روپرٹ لاج (Rupert Lodge) اپنی کتاب ''The Greet Thinkers'' میں لکھتا ہے:

> "The Ontological argument associated with the name of St.Anselm viz that the ideal of perfection includes all thinkable perfections."(۱۸)

سینٹ انسلم کا نظریہ یہ ہے کہ ایک کامل ہستی کے تصور کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے اندر فکر وخیال میں آنے والے تمام کمالات اور وظائف موجود ہوں۔ظاہر ہے ایک کامل ہستی کے تصور میں وجود ایک اہم صفت ہے لہٰذا خدا کے بارے میں اگر ذہن میں ایک کامل ہستی کا تصور ہے تو لازماً اس کا وجود بھی ہے۔

جدید دور میں رینے ڈیکارٹ (Rene Descartes ۱۵۹۶ء-۱۶۵۰ء) نے وجودیاتی استدلال کو ایک نئے انداز اور زیادہ وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔اقبال اثباتِ وجودِ باری پر وجودیاتی استدلال کو رینے دیکارت کے نظریات کی روشنی میں یوں پیش کرتے ہیں:

> "The Cartesian form of the argument runs thus: To say that an attribute is contained in the nature or in the concept of a thing is the same as to say that the attribute is true of this thing and that it may be affirmed to be in it. But necessary existence is contained in the nature or the concept of God. Hence it may be with truth affirmed that necessary existence is in God, or that God exists."(۱۹)

''کارتیسی دلیل کی صورت یہ ہے کہ یہ کہنا کہ ایک صفت کسی چیز کے تصور یا فطرت میں شامل ہے ایسے ہی ہے کہ جیسے یہ کہا جائے کہ وہ صفت اس چیز پر صادق آتی ہے اور یہ کہ اسے اس چیز میں ثابت کیا جا سکتا ہے(اس طرح) یقیناً وجود کا وجوب (لازماً ہونا) خدا کے تصور یا فطرت میں شامل ہے۔ اس لئے اس بات کو صداقت کے ساتھ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ وجود کا وجوب (لازمی ہونا) خدا (کے تصور) میں شامل ہے یا (سیدھے لفظوں میں یوں کہا جائے) کہ خدا وجود رکھتا ہے۔''

ڈیکارٹ کہتا ہے کہ جس طرح صفت اپنے موصوف کے وجود پر دلالت کرتی ہے اسی طرح تصور، تصور میں آنے والی چیز کے وجود کے بغیر قائم نہیں ہوتا۔ اگر شیر نہ ہوتا تو شیر کا تصور کیسے قائم ہوتا؟ اس طرح چاند کا وجود ہے تو چاند کا تصور بھی موجود ہے گویا اگر کسی شے کا تصور موجود ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شے موجود ہے اور وجود رکھتی ہے اس سے دیکارت یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ خدا کے تصور سے بھی خدا کے وجود کا واجب ہونا(Necessay existence of God) ثابت ہوتا ہے۔

ڈیکارٹ کا یہ خیال ہے کہ اگر انسان کے ذہن میں ہر نقص سے پاک ایک کامل ہستی کے وجود کا تصور پایا جاتا ہے تو لامحالہ اس تصور کا کوئی منبع و مصدر بھی ہے تاہم دیکارت یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ ایک کامل وجود کے تصور کا استنباط ایسے وجود سے کیا جا سکتا ہے جو متناہی ہو اور خود ابھی اپنی ہستی کے تکمیلی مراحل میں ہو۔ چنانچہ دیکارت ہر لحظہ تغیر کے عمل سے گزرتی ہوئی فطرت کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ وہ خود متناہی اور نامکمل ہوتے ہوئے ایک مکمل و اکمل اور لامتناہی ہستی کا تصور تخلیق کر سکے۔

ڈیکارٹ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ انسان بھی چوں کہ فطرت کا حصہ ہے اس لئے وہ بھی متناہی اور نامکمل ہے اور اس قابل نہیں کہ از خود اپنے ذہن میں ایک لامتناہی وجود کا تصور قائم کر سکے تاہم اگر متناہی اور نامکمل ہونے کے باوجود انسان کے ذہن میں خدا کا تصور پیدا ہوتا ہے تو دیکارت سمجھتا ہے کہ انسانی ذہن میں اس تصور کی تخلیق کی وجہ کوئی متناہی ہستی نہیں بلکہ خود خدا ہے۔ گویا انسانی ذہن میں خدا کے تصور کا ہونا ہی خدا کے وجود کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اگر خدا کا وجود نہ ہوتا تو انسان کے ذہن میں اس کا تصور بھی قائم نہ ہو پاتا۔ ڈیکارٹ اپنی کتاب ''Meditation'' میں لکھتا ہے:

"When I make myself the object of reflection, I not only find that I am an imcomplete (Imperfect) and dependent being, and one who unceasingly aspires after something better and greater than he is, but, at the same time, I am assured likewise that He upon whom I am dependent possesses in Himself all the

goods after which I aspire, (and the ideas of which I find in my mind), and that not merely indefinitely and potentioally, but infinitely and actually, and that He is thus God. And the whole force of the argument of which I have here availed myself to establish the exitence of God, consists in this, that I perceive, I could not possibly be of such a nature as I am, and yet have in my mind the idea of a God, if God did not in reality exists."(۲۰)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دیکارت کے نزدیک ذہنِ انسانی میں موجود خدا کا تصور ہی خدا کے وجود کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اقبال کا وجودیاتی استدلال(Ontological Argument)پر اعتراض یہ ہے کہ محض وجود کا تصور وجود کی معروضی سطح پر موجودگی کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔تصور تو ہم کسی بھی چیز کا کر سکتے ہیں مثلاً سینگوں والے ہاتھی، پروں والی بلی یا دو ٹانگوں والی بکری کا تصور۔کسی وجود کے تصور سے اس وجود کا واقعاتی سطح پر موجود ہونا لازم نہیں آتا۔اقبال رقم طراز ہیں:

"The conception of existence is no proof of objective existence. As in Kant's criticism of this argument the notion of three hundred dollars in my mind cannot prove that I have them in my pocket."(۲۱)

اقبال وجودیاتی دلیل پر کانٹ(Kant ۱۷۲۴ء-۱۸۰۴ء) کی تنقید کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ذہن میں تین سوڈالر کا تصور اس بات کا ثبوت نہیں ہوسکتا کہ وہ ڈالر واقعی جیب میں موجود بھی ہیں۔کانٹ کہتا ہے:

"My financial position is, however, affected very differently by a hundred real thalers than it is by the mere concept of it."(۲۲)

گویا محض دولت کے تصور سے کوئی شخص دولت مند نہیں ہوسکتا۔تصور اور واقعی حقیقت میں فرق ہوتا ہے۔ضروری نہیں کہ جس شے کا ذہن میں تصور ہو وہ شے معروضی سطح پر وجود بھی رکھتی ہو، تاہم زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب کسی شے کا تصور کیا جاتا ہے تو اس تصور میں اس شے کی موجودگی کا تصور بھی شامل ہوتا ہے۔اقبال رقم طراز ہیں:

"All that the argument proves is that the idea of a perfect being includes the idea of his existence."(۲۳)

اقبال کہتے ہیں کہ وجودیاتی استدلال سے زیادہ سے زیادہ جو ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک مکمل و اکمل ہستی کے تصور میں اس ہستی کے وجود کا تصور بھی شامل ہوتا ہے تاہم محض یہ سوچنے سے کہ کسی شے کا وجود ہے وہ تصوراتی وجود معروضی حقیقت (Objective Reality) ثابت نہیں ہوتا مثلاً جب کوئی دو ٹانگوں والی گائے کا تصور قائم کرتا ہے تو بے شک اس تصور میں دو ٹانگوں والی گائے کا وجود بھی شامل ہوتا ہے تاہم کسی شے کا تصور اور اس تصور میں اس شے کے وجود کا تصور کرنا الگ بات ہے اور وجود کا ایک واقعی اور معروضی حقیقت ہونا ایک بالکل مختلف اور دوسری بات۔ اقبال رقم طراز ہیں:

> "Between the idea of a perfect being in my mind and the objective reality of that being there is a gulf which cannot be bridged over by a transcendental act of thought."(۲۴)

اقبال وجودیاتی استدلال سے وجودِ الٰہی کو ثابت کرنے کے طریقہ کار سے متعلق لکھتے ہیں:

> "The argument, as stated, is in fact a petitio principii: for it takes for granted the very point in question, i.e. the transition from the logical to the real."(۲۵)

اقبال کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ وجودیاتی استدلال جس طور بیان ہوا ہے وہ دراصل ایک منطقی مغالطہ (Petitio Principii) ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ وجودیاتی استدلال کی اساس ایک غلط مفروضے پر قائم ہے۔

مذکورہ بالا مباحث سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ اقبال نے اثباتِ وجودِ باری کے حوالے سے کونیاتی، غایتی اور وجودیاتی مکتبہ ہائے فکر کی طرف سے پیش کئے جانے والے متکلمانہ دلائل کا صراحت سے تنقیدی جائزہ لیا۔ ان کا استنباط یہ ہے کہ یہ تینوں دلائل نہایت کمزور اور ناقص اور اس قابل نہیں کہ ان کی مدد سے وجودِ باری تعالیٰ کو ثابت کیا جا سکے۔ اقبال کے نزدیک ان دلائل کی ناکامی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان دلائل سے فکر اور وجود (Thougnt and Being) کے مابین ثنویت قائم ہوتی ہوئی نظر آتی ہے اور یہی ان دلائل کا وہ کمزور پہلو ہے جو ان کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱. Muhammad Iqbal, The Reconstruction of Religious thought in Islam, Institute of Islamic Culture, Lahore, 2003, P:23.

۲. Honderich, Ted (ed), " The Oxford Companion To Philosophy", Oxford University press, New York, 1995, P:167

۳. Muhammad Iqbal,The Reconstruction of Religious thought in Islam, P:23.

۴. Ibid. ۵. Ibid. ۶. Ibid. ۷. Ibid.

۸. Kant, Immanual, "Critique of Pure Reason", Translated by Norman Kemp Smith,
Macmillan and Co, Ltd. London, 1933, P:438

۹. Muhammad Iqbal,The Reconstruction of religious thought in Islam, P:23.

۱۰. Ibid. ۱۱. Ibid. ۱۲. Ibid. ۱۳. Ibid.

۱۴۔

تو ہے محیط بیکراں، میں ہوں ذراسی آبِ جو یا مجھے ہم کنار کر یا مجھے بے کنار کر (بال جبریل، ص ۷)

۱۵۔ ایم۔ایم۔شریف، پروفیسر، مضمون ''اقبال کا تصورِ باری''، مشمولہ: ''اقبال شناسی''، از مشرف احمد، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۲۰۳

۱۶. Muhammad Iqbal,The Reconstruction of religious thought in Islam, P:23.

۱۷. Honderich, Ted (ed), " The Oxford Companion To Philosophy",P:65

۱۸. Lodge, Rupert, " The Great Thinkers", Routledge & kegan Paul Ltd. London, 1949, P:99

۱۹. Muhammad Iqbal,The Reconstruction of religious thought in Islam, P:24.

۲۰. Lodge, Rupert, " The Great Thinkers", P:99

۲۱. Muhammad Iqbal,The Reconstruction of religious thought in Islam, P:25.

۲۲. Kant, Immanual, "Critique of Pure Reason", P:505

۲۳. Muhammad Iqbal,The Reconstruction of religious thought in Islam, P:25.

۲۴. Ibid.

۲۵. Ibid.